اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (یوسف:40)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

عاجزی کا دروازہ:۔

اللہ رب العزت عظمت اور کبریائی والے ہیں ۔ وہ اس کائنات کے خالق اور مالک ہیں ۔ زمین اور آسمان میں اسی پروردگار کا حکم چلتا ہے اور ان کے درمیان اسی کی بادشاہی کارفرما ہے ۔ سب شان اور بلندی اسی کو زیبا ہے۔اسی لئے حدیثِ قدسی میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ

اَلْکِبْرُ رِدَآئِیْ بلندی اور بڑائی میری چادر ہے۔

بلاشبہ یہ چادر پروردگارِعالم کو ہی سجتی ہے۔اس لئے بندے کو چاہیے کہ وہ عاجزی اختیار کرے۔ عاجزی وہ نعمت ہے کہ جس کو اختیار کئے بغیر کسی بھی انسان کو اللہ رب العزت کی معرفت نصیب نہیں ہوسکتی ۔ جو انسان بھی اللہ کے در تک پہنچا اسے عاجزی کے دروازے سے گزرنا پڑا ۔ اس دروازے میں سے گزرے بغیر کوئی بندہ بھی اللہ سے واصل نہیں ہوا۔اس عاجزی کو پیدا کرنے لئے مشائخ عظام مجاہدے کرواتے ہیں، پروردگار کے در پر جھکنا اور اس کی ماننا سکھاتے ہیں اور اس کے احکام کی عظمت دل میں پیدا کرتے ہیں۔

حکمِ خدا کی اہمیت:

حکمِ خدا،حکمِ خدا ہے۔آج کے زمانے کے فسادات میں سے ایک فساد یہ بھی ہے کہ احکامِ الٰہی کی عظمت دل سے نکلتی جارہی ہے۔شریعت کے احکام جب کسی کے سامنے آتے ہیں اور وہ ان کی منشاء کے خلاف

ہوتے ہیں تو ان کے نفوس تاویلات نکالنا شروع کر دیتے ہیں، فرار کی راہیں اختیار کرتے ہیں اور سوالات پوچھتے ہیں کہ شریعت میں ایسا کیوں ہے؟...... یاد رکھئے کہ جس بندے نے کلمہ پڑھ لیا اور کہہ دیا کہ قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِهٖ میں نے اللہ تعالیٰ (کی شریعت) کے سب احکام قبول کر لئے۔ تو اب اس کے پاس سوال کرنے کا اختیار نہیں رہا، اب وہ یہ نہیں پوچھ سکتا کہ شریعت میں ایسا کیوں ہے؟ جب احکام قبول کر لئے تو اب فقط احکام پر عمل کرنا باقی رہ گیا۔

جانوروں کی فرمانبرداری:

اللہ رب العزت انے جانوروں کو انسان کے تابع بنا دیا ہے۔مثال کے طور پر......

(۱)......اونٹ اتنا بڑا جانور ہے کہ اگر ایک لات مار دے تو بندے کی جان ہی نکل جائے۔لیکن چھوٹے سے بچے کے ہاتھ میں اس کی نکیل دے دی جائے تو اونٹ اس کے پیچھے چلنا شروع کر دیتا ہے۔حالانکہ یہ آٹھ دس سال کا بچہ ہے۔مگر اونٹ کو اس کا بھی مطیع وفرمانبردار بنا دیا گیا۔اس نے اپنے مالک سے کبھی جھگڑا نہیں کیا کہ میری کمر پر بوجھ نہ لادو۔اونٹ کی جسامت دیکھیں اور چھوٹے بچے کا معاملہ دیکھیں ......کیا کوئی تُک بنتی ہے؟......مگر نہیں، پروردگار نے اسے مطیع بنا دیا ہے، اس لئے سر جھکائے پیچھے پیچھے چل رہا ہوتا ہے۔اس کا مالک اس کو جہاں چاہے لے جائے وہ بغیر کسی حیل وحجت کے پیچھے چلتا رہتا ہے۔حتیٰ کہ سینکڑوں میل کا سفر طے کر لیتا ہے۔

(۲)......اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو انسان کے ماتحت بنا دیا ہے اور وہ انسان کی فرمانبرداری کرتا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ نے گھوڑے سے بولنے کا اختیار بھی چھین لیا ہے۔اگر بالفرض گھوڑے کو بولنے کی قوت مل جاتی اور وہ بھی قدم قدم پر کہتا کہ آپ نے مجھے دانہ نہیں دیا...... یا چارہ نہیں دیا یا مجھے بھی Sick Leave

(بیماری کی چھٹی) چاہیے کیونکہ آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے......تو ہمارے لئے مصیبت کھڑی ہو جاتی۔ انسان کا حال دیکھو کہ وہ سارا دن گھوڑے سے کام لیتا ہے اور شام کو اسے دانہ ڈالنا بھی بھول جاتا ہے۔ گھاس تھوڑا ملا تو جتنا تھا وہی ڈال دیا۔ اس کا پیٹ بھرے یا نہ بھرے وہ صبر شکر کے ساتھ اس کو کھا کے کھڑا ہو جاتا ہے......سردیوں کی رات میں۔ مالک خود تو بستر میں رضائی اوڑھ کر سو گیا جبکہ وہ بسا اوقات گھوڑے کو کمرے میں باندھنا بھی بھول جاتا ہے۔ یوں گھوڑا ساری رات سردی کے اندر کھڑا رہتا ہے، اس کے لئے پلنگ، بستر ور رضائی بھی نہیں ہوتی، اسے سردی میں نیند بھی نہیں آتی اور وہ لیٹ بھی نہیں سکتا بلکہ کھڑے کھڑے سو جاتا ہے۔ وہ ساری رات اسی طرح گزار دیتا ہے۔ اگلے دن اس کے لئے Sick Leave بھی نہیں ہوتی۔ وہ مالک کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ آج میں کام پر نہیں جا سکتا کیونکہ آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور رات کو میری نیند بھی پوری نہیں ہوئی۔ مالک اسے دوسرے دن بھی تانگے میں جوت دیتا ہے اور پھر سارا دن بھاگتا رہتا ہے۔

کئی مرتبہ ہم نے دیکھا کہ مالک نے اپنے گھوڑے کو پانی بھی نہیں پلایا ہوتا اور کہیں آ کے کھڑا کیا تو قریب ہی گندی نالی سے گھوڑے نے پانی پینا شروع کر دیا۔ وہ اپنے مالک کا شکوہ بھی نہیں کر سکتا کہ آپ کے لئے تو پیپسی اور کوک ہے اور میرے لئے پانی بھی نہیں ہے......اور یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ سارا دن بھاگنے کی وجہ سے گھوڑا تھک چکا ہوتا ہے اور اسی دوران مالک کو اسٹیشن جانے والی سواریاں مل جاتی ہیں، سواریاں اسے کہتی ہیں کہ ہم آپ کو پانچ روپے زیادہ دیں گے، گھوڑے کو ذرا جلدی دوڑائیں کیونکہ ہماری گاڑی نکل رہی ہے۔ گھوڑا سارا دن کا تھکا ہوا ہوتا ہے مگر مالک اسے چابک مارنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ مالک کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تو سارا دن بھاگتا رہا ہوں، اب پانچ روپے کی خاطر مجھ پر اتنا ظلم کر رہے ہو۔ وہ بیچارہ چابک بھی کھا رہا ہوتا ہے اور بھاگ بھی رہا ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کی مجبوری

دیکھئے کہ اس بھاگنے کے دوران اگر اس کو لید کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو اس کو اس ضرورت کے لئے بھی کھڑا ہونے کی فرصت نہیں ہوتی۔ لہٰذا وہ بھاگ بھی رہا ہوتا ہے اور لید بھی کر رہا ہوتا ہے...... آپ نے کبھی کسی کو اتنا مجبور بھی دیکھا ہے کہ اس طبعی ضرورت کے لئے بھی اس کو کھڑا ہونے کی فرصت نہیں دی جا رہی......گھوڑا لید بھی پھینکتا جا رہا ہوتا ہے اور وہ اپنا سفر بھی کرتا جا رہا ہوتا ہے......اگر اس کے جسم پر زخم ہو اور مالک اس پر کچھ نہ لگائے تو مکھیاں اس پر بیٹھ کر اسے تنگ کرتی ہیں لیکن وہ اپنے مالک کو بتا نہیں سکتا کہ جناب! کچھ اس پر بھی لگا دیجئے۔ مالک اگلے دن پھر اس پر زین ڈال دیتا ہے جس سے اس کا پرانا زخم پھر تازہ ہو جاتا ہے۔ مگر اس کو بتانے کی اجازت نہیں ہوتی......آپ سوچئے تو سہی کہ گھوڑا اپنے مالک کا کتنا فرمانبردار ہے کہ ہر کام میں آمین ہی کہہ رہا ہوتا ہے، اس کو آگے سے بولنے یا نافرمانی کرنے کی اجازت ہی نہیں ہوتی۔

(۳)......لوگ حفاظت کے لئے اپنے گھروں میں کتے پالتے ہیں۔ کتے کو جب بھوک لگتی ہے تو وہ آ کر جوتوں میں بیٹھتا ہے۔ کبھی کسی کتے کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ دسترخوان پر پڑے ہوئے کھانے میں سے کوئی بوٹی اٹھا کر لے جائے۔ حالانکہ اس میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ اگر وہ جھپٹ پڑے تو دسترخوان پر بیٹھ کر لوگوں سے روٹی بھی چھین کر لے جائے مگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ اس کے بیٹھنے کی جگہ قالین نہیں ہوتی بلکہ اس کے بیٹھنے کی جگہ جوتوں میں ہوتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں ماتحت ہوں اور میری جگہ یہی ہے۔ تو آپ اندازہ لگائیے کہ کتا اپنے مالک کے جوتوں میں بیٹھتا ہے اور جوتوں سے آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کرتا......کیوں؟......اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ماتحت بنا دیا ہے۔ وہ ساری رات جاگ کر مالک کے گھر پر پہرہ دیتا ہے اور صبح اس کے لئے کوئی بستر ہی نہیں ہوتا۔ کتے کا کوئی گھر ہی نہیں ہوتا، کبھی اس دیوار کے نیچے اور کبھی اس درخت کے نیچے، اس طرح وہ زندگی گزار دیتا ہے۔ اگر مالک جوتے اور

ڈنڈے بھی مارے تو کتے کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے کہیں اوجھل ہو جاتا ہے اور پھر اسی مالک کے دروازے پر بیٹھا ہوتا ہے۔ یہ کتنا وفادار جانور ہے کہ جوتے کھا کر بھی اپنے مالک کا گھر نہیں چھوڑتا اور ہماری یہ حالت ہے کہ ہم نعمتیں کھاتے ہوئے بھی اپنے مالک کا در یاد نہیں آتا۔

کتے کی وفاداری:

کتے کی وفاداری کے بیسیوں واقعات کتابوں میں ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر

(۱)......حیات الحیوان میں لکھا ہے کہ ایک شخص سفر پر نکلا۔ راستہ میں اس نے کسی جگہ پر ایک خوبصورت قبہ بنا ہوا دیکھا۔ اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ اس کی تعمیر پر خوب خرچ کیا گیا ہے۔ اس قبہ پر لکھا ہوا تھا کہ جو شخص اس قبہ کی تعمیر کی وجہ معلوم کرنا چاہے وہ اس گاؤں میں سے جا کر معلوم کرے۔

اس آدمی کے دل میں یہ تجسّس پیدا ہوا کہ گاؤں جا کر اس قبے کی تعمیر کی وجہ معلوم کرنی چاہیے۔ چنانچہ وہ اس گاؤں میں گیا اور لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا۔ وہ جس سے بھی پوچھتا وہ لاعلمی کا اظہار کرتا۔ بالآخر پتہ کرتے کرتے اسے ایک ایسے شخص کا علم ہوا جس کی عمر دوسو برس تھی۔ وہ آدمی ان کے پاس گیا اور ان سے اس قبے کے متعلّق سوال کیا۔ اس ضعیف العمر شخص نے بتایا کہ میں اپنے والد سے سنا کرتا تھا کہ اس گاؤں میں ایک زمیندار رہتا تھا۔ اس کے پاس ایک کتا تھا جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا تھا اور کسی وقت بھی اس سے جدا نہیں ہوتا تھا۔

ایک دن وہ زمیندار کہیں سیر کرنے گیا اور اپنے کتے کو گھر پر ہی باندھ گیا تا کہ وہ اس کے ساتھ نہ جا سکے اور چلتے وقت اپنے باورچی کو بلا کر ہدایت کی کہ میرے لئے دودھ کا کھانا تیار کر کے رکھے......زمین دار وہ کھانا بڑے شوق سے کھاتا تھا......زمیندار کے گھر میں ایک گونگی لونڈی بھی تھی۔ جب زمیندار باہر گیا تو وہ لونڈی اس بندھے ہوئے کتے کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر کے بعد زمیندار کے باورچی نے اس

کے لئے دودھ کا کھانا تیار کیا اور اس کو ایک بڑے پیالے میں رکھ کر اس گونگی لڑکی اور کتے کے قریب لا کر اونچی جگہ پر رکھ دیا تا کہ جب زمیندار واپس آئے تو اس کو آسانی سے کھانا مل جائے۔

جب باورچی کھانا رکھ کر چلا گیا تو ایک کالا ناگ اس جگہ پر آیا اور اس اونچی جگہ پر چڑھ کر اس پیالے میں سے دودھ پی کر چلتا بنا۔ کچھ دیر کے بعد جب زمیندار واپس آیا اور اس نے اپنا پسندیدہ کھانا پیالے میں تیار رکھا ہوا دیکھا تو پیالہ اٹھا لیا اور جیسے ہی اس کو کھانے کا ارادہ کیا تو گونگی لڑکی نے بڑے زور سے تالی بجائی اور ساتھ ساتھ زمیندار کو ہاتھ کے اشارے سے بھی کہا کہ وہ اس کھانے کو نہ کھائے۔ مگر زمیندار گونگی کی بات نہ سمجھ سکا اور ایک نظر گونگی کو دیکھ کر پھر پیالے کی طرف متوجہ ہوا۔ ابھی اس نے کھانے کے لئے ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ اتنے میں کتا بہت زور سے بھونکا اور مسلسل بھونکتا رہا، حتیٰ کہ جوش میں آکر اس نے اپنی زنجیر بھی توڑنے کی کوشش کی۔

زمیندار کو ان دونوں کی ان حرکتوں پر تعجّب ہوا اور وہ سوچنے لگا کہ آخر یہ معاملہ کیا ہے؟ چنانچہ وہ اٹھا اور پیالے کو رکھ کر کتے کے پاس گیا اور اس کو کھول دیا۔ کتے نے زنجیر سے آزادی پاتے ہی اس پیالے کی طرف چھلانگ لگائی اور جھپٹا مار کر اس پیالے کو نیچے گرا دیا۔ زمیندار یہ سمجھا کہ یہ کتا اس کھانے کی وجہ سے بے تاب تھا۔ چنانچہ اپنا پسندیدہ کھانا گرانے پر غصے میں آکر اس نے کتے کو کوئی چیز اٹھا کر ماردی۔ لیکن کتے نے اب بھی پیالے میں کچھ دودھ بچا ہوا دیکھا تو اس نے فوراً اپنا منہ اس پیالے میں ڈال دیا اور بچا ہوا دودھ پی گیا۔ دودھ کا کتے کے حلق سے نیچے اترنا ہی تھا کہ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا اور کچھ دیر کے بعد مر گیا۔

اب زمیندار کو اور بھی حیرانی ہوئی اور اس نے گونگی لڑکی سے پوچھا کہ آخر اس دودھ میں کیا بات تھی کہ کتا اس کو پیتے ہی مر گیا۔ اس وقت گونگی نے اشاروں سے زمیندار کو سمجھایا کہ اس دودھ میں سے ایک

کالا ناگ کچھ دودھ گیا تھا جس کے زہر کی وجہ سے کتا مر چکا ہے اور وہ خود اور کتا اسی وجہ سے تم کو اس کے پینے سے روک رہے تھے۔ جب زمیندار کی سمجھ میں ساری بات آ گئی تو اس نے باورچی کو بلایا اور اس کو سرزنش کی کہ اس نے کھانا کھلا ہوا کیوں رکھا تھا۔ اس کے بعد زمیندار نے اس کتے کو دفنا کر اس کے اوپر یہ قبہ تعمیر کرا دیا...... ذرا سوچیے کہ کتے کے اندر کتنی وفاداری ہوتی ہے کہ اس نے اپنی جان دے کر اپنے مالک کی جان بچا لی۔

(۲)...... عجائب المخلوقات میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے کسی کو قتل کر کے اسکی لاش کسی کنوئیں میں ڈال دی۔ مقتول کا کتا واردات کے وقت اس کے ساتھ تھا۔ وہ کتا روزانہ اس کنوئیں پر آتا اور اپنے پنجوں سے اس کی مٹی ہٹاتا اور اشاروں سے بتاتا کہ اس کا مقتول مالک یہاں ہے اور جب کبھی قاتل اس کے سامنے آتا تو وہ اس کو دیکھ کر بھونکنے لگتا۔ لوگوں نے جب بار بار اس بات کو دیکھا تو انہوں نے اس جگہ کو کھدوایا۔ چنانچہ وہاں سے مقتول کی لاش برآمد ہوئی اور اس کے قاتل کو سزائے موت دی گئی۔

ایک نازک مسئلہ:

جس طرح حیوانوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کا فرمانبردار اور ماتحت بنا دیا ہے اور وہ اس کے سامنے اپنا سر جھکا دیتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے محبوب ﷺ کا ماتحت بنا دیا ہے، لہٰذا جتنے بھی انسان ہیں ان کو چاہیے کہ وہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے حکم پر ہر وقت لبیک اور آمین کہا کریں۔ نہ کوئی انکار کی گنجائش ہے اور نہ ہی نبی علیہ السّلام کی کسی سنت پر اعتراض کی کوئی گنجائش ہے۔ کلمہ پڑھ کر ہم نے عہد کیا ہے کہ اے اللہ! جس طرح ہمارے جانور ہمارے ماتحت ہیں اسی طرح ہم آپ کے اور آپ کے محبوب ﷺ کے ماتحت ہیں۔ اے اللہ! اگر ہم جانوروں کے مالک ہیں اور وہ ہماری اتنی فرمانبرداری کرتے ہیں تو ہمارے اصل مالک تو آپ ہیں، ہمیں بھی آپ کی فرمانبرداری کرنی چاہیے...... اسی لئے

اللہ تعالیٰ کے احکام میں نکتہ چینی کرنا اور نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی سنتوں پر اعتراض کرنا ایمان سے محرومی کا سبب بن جاتا ہے۔ لہٰذا آج کے دور کا یہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ آج کل کالجوں اور یونیورسٹیوں کے لڑکے آپس میں بیٹھ کر یہ Topic (موضوع) چھیڑ لیتے ہیں کہ جی شریعت میں یہ کیوں ہے، یہ کیوں ہے اور ایمان جیسی دولت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ یہ مسئلہ بہت نازک ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مَالَا بُدَّمِنهُ میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر دو بندوں میں گفتگو ہو رہی ہو اور ان میں سے ایک یہ کہہ دے کہ یار! یہ تو شریعت کی بات ہے اور سننے والا جواب میں کہہ دے کہ ''رکھ پرے شریعت کو'' تو فَقَدْ كَفَرَ یعنی ان لفظوں کے کہنے سے وہ بندہ کافر بن جاتا ہے۔ یہ کوئی چھوٹی سی بات ہے کہ ایک بندہ شریعت کی بات کہے اور دوسرا کہے کہ ''رکھ پرے شریعت کو''۔

یاد رکھیں کہ جہاں بھی سنت کا استخفاف ہوگا وہاں انسان ایمان سے محروم ہو جائے گا۔ اپنی سستی اور غفلت کی وجہ سے سنت پر عمل نہ کرنا الگ مسئلہ ہے، اس سے انسان گنہگار تو ضرور ہوتا ہے مگر اس سے کافر نہیں ہوتا، لیکن اگر کوئی بندہ سنت پر اعتراض کر دے یا سنت کا مذاق اڑائے یا کوئی ایسی بات کر دے جس سے سنت ہلکی اور بے وزن نظر آئے تو اس سے انسان ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہاں سمجھنے والی بات یہ ہے کہ اپنے دل میں حکمِ خدا کی عظمت بٹھائیے۔ یاد رکھیں کہ جب تک سالک کے دل میں حکمِ خدا کی عظمت پیدا نہیں ہوگی اس وقت تک نفس کو لگام نہیں پڑے گی، نفس ہمیشہ شریعت کے اندر اپنی منشاء تلاش کرے گا۔ حتیٰ کہ عالم بھی جب قرآن پڑھے گا تو اس میں سے منشائے خداوندی تلاش کرنے کی بجائے اپنی منشاء تلاش کرے گا۔ ہمیں چاہئے کہ ہم قرآن مجید میں اللہ رب العزت کی منشاء تلاش کریں اور یہ تب ہوتا ہے جب نفس کے گھوڑے کو لگام دے دی جائے اور حکمِ خدا کی عظمت دل میں آ جائے۔

ایاز کے دل میں حکمِ شاہی کی قدر:

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑا نیک مسلمان بادشاہ گزرا ہے۔اس کے پاس ایک غلام تھا جس کا نام ''ایاز'' تھا۔وہ ایک دیہاتی آدمی تھا لیکن جب وہ بادشاہ کے پاس آیا تو ایک اچھا خدمت گار ثابت ہوا۔بادشاہ کو اس کی خدمت پسند آ گئی۔اسی لئے بادشاہ نے اسے اپنے مقربین میں شامل فرما لیا۔

اب دوسرے مصاحبین کے دلوں میں حسد پیدا ہوا کہ اس کی اتنی عزت افزائی کیوں ہوتی ہے......جی ہاں، جہاں فضل وکمال ہوتا ہے وہاں حاسدین بھی پیدا ہو جاتے ہیں......اب وہ حاسدین آپس میں مشورہ کرتے رہتے کہ ہم اس کو کیسے بادشاہ کی نظر سے گرائیں تا کہ یہ یہاں سے دفع دور ہو جائے۔ چنانچہ وہ موقع کی تلاش میں رہتے تھے......حسد کی آنکھیں نہیں ہوتیں مگر اس کے کان بہت بڑے ہوتے ہیں اس لئے حاسدین چھوٹی چھوٹی باتیں سن سنا کر ان کا بتنگڑ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆......ایک دن ان لوگوں نے مل کر بادشاہ سے کہا کہ بادشاہ سلامت! ہم آپ کے مقرب ہیں، پڑھے لکھے ہیں، خاندانی لوگ ہیں اور امراء بھی ہیں لیکن آپ کی محبّت کی جو نظر ایاز پر ہے وہ اور کسی پر نہیں ہے۔بادشاہ نے کہا، ٹھیک ہے، میں آپ کو کبھی اس کا جواب دوں گا۔

ایک دن بادشاہ نے ایک پھل منگوایا جو بہت ہی کڑوا تھا۔اس نے اس کی قاشیں بنوائیں اور ایک ایک قاش اپنے مصاحبین میں تقسیم کروادی۔ایک قاش ایاز کو بھی دی۔اب جس نے بھی وہ پھل کھایا اسے بہت ہی کڑوا لگا۔ہر ایک نے کہا کہ بادشاہ سلامت! یہ پھل تو بہت ہی کڑوا ہے۔لیکن جب بادشاہ نے ایاز کو دیکھا تو وہ مزے سے پھل کھا رہا تھا۔بادشاہ نے پوچھا، ایاز! آپ کو پھل کڑوا نہیں لگ رہا؟ عرض کیا، بادشاہ سلامت! کڑوا تو بہت ہے۔بادشاہ نے کہا، آپ تو بڑے آرام سے کھا رہے ہیں۔کہنے لگا، '' مجھے خیال آیا ہے کہ آپ کے جن ہاتھوں سے میں زندگی میں سینکڑوں مرتبہ میٹھی چیزیں لے کر کھا چکا

ہوں، اگر ان ہاتھوں سے آج کڑوی چیز بھی مل گئی ہے تو میں اس کو کیسے واپس کروں، لہٰذا مجھے واپس کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی اور میں نے کڑوی چیز بھی کھالی۔''

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کاش! ہمارے اندر بھی یہ خوبی پیدا ہو جائے کہ ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے اس کی شکر گزاری بجالائیں۔ جس پروردگار نے ہمیں ہزاروں خوشیاں عطا فرمائیں اگر کبھی کوئی غم اور تکلیف کی بات بھی پیش آجائے تو ہمیں چاہیے کہ ہم نہ تو اللہ تعالیٰ کا شکوہ کریں اور نہ ہی اس کا در چھوڑیں۔ آج تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی انتہا نہیں اس کے باوجود ہمیں شکر کرنے کا پتہ ہی نہیں۔

☆......ایک دوسرے واقعہ میں لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مصاحبین نے انہیں یہ شکایت لگائی کہ بادشاہ سلامت! ایاز کی ایک الماری ہے، یہ اس الماری کو تالا لگا کر رکھتا ہے، وہ روزانہ اس الماری کو کھول کر دیکھتا ہے اور کسی دوسرے بندے کو دیکھنے نہیں دیتا۔ ہمارا خیال ہے کہ اس نے آپ کے خزانے کے قیمتی ہیرے اور موتی اس کے اندر چھپا کر رکھے ہوئے ہیں، آپ ذرا اس کی تلاشی لیجئے۔

جب بادشاہ کو یہ شکایت لگائی گئی تو بادشاہ سلامت نے اسی وقت ایاز کو بلوایا اور کہا، ایاز! کیا تمہاری کوئی الماری ہے؟ اس نے کہا، جی ہے،

پوچھا، کیا اسے تالا لگا کر رکھتے ہو؟

اس نے کہا، جی ہاں

پوچھا، کسی اور کو دیکھنے دیتے ہو؟

عرض کیا، جی نہیں

پھر پوچھا، کیا تم خود اسے روزانہ دیکھتے ہو؟

عرض کیا، جی ہاں

پھر بادشاہ نے فرمایا کہ چابی لاؤ۔ایاز نے چابی دے دی۔ بادشاہ نے کسی بندے کو بھیجا کہ جاؤ اور اس الماری میں جو کچھ موجود ہے وہ سب کچھ لا کر یہاں سب کے سامنے پیش کر دو...... وہ حاسدین بڑے خوش ہوئے کہ دیکھو اب اس کی حقیقت کھل جائے گی۔ جب اس کی چوری کا سامان سامنے آئے گا تو بادشاہ ابھی اس کو یہاں سے دھکے دے کر نکال دے گا۔

اللہ کی شان کہ جب وہ بندہ واپس آیا تو اس نے آکر بادشاہ کے سامنے تین چیزیں رکھ دیں۔ایک پرانا جوتا، ایک پرانا تہبند اور ایک پرانا کرتہ

بادشاہ نے پوچھا، اس میں کچھ اور نہیں تھا؟ اس نے کہا، جی نہیں۔ پھر بادشاہ نے ایاز کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا، ایاز! کیا اس میں کچھ اور نہیں ہے؟

اس نے کہا، جی نہیں، یہی کچھ تھا۔

بادشاہ نے کہا، ایاز! اس میں تو کوئی ایسی قیمتی چیز نہیں ہے جسے تم تالے میں بند کر کے رکھو اور کسی دوسرے کو دیکھنے بھی نہ دو اور کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ جسے تم روزانہ آکر چیک کرو کہ ٹھیک ہے یا نہیں۔

اس نے کہا، بادشاہ سلامت! بات یہ ہے کہ میرے نزدیک یہ بہت قیمتی ہیں۔

بادشاہ نے پوچھا، بھئی! وہ کیسے؟

اس نے کہا، ''بادشاہ سلامت! وہ اس لئے کہ جب میں آپ کے دربار میں پہلی مرتبہ آیا تھا تو یہ جوتے پہنے ہوئے تھا، یہ تہبند باندھا ہوا تھا اور یہ کرتہ پہنا ہوا تھا۔ میں نے ان تینوں چیزوں کو محفوظ کر لیا تھا۔ اب میں روزانہ الماری کھول کر ان کو دیکھتا ہوں اور اپنے نفس کو سمجھاتا ہوں کہ ایاز! تمہاری اوقات یہی تھی، تم اپنی اوقات نہ بھولنا، اب تمہیں جو کچھ ملا ہے یہ سب تمہارے بادشاہ کا تم پر احسان ہے۔ لہٰذا تم

اپنے بادشاہ کا احسان سامنے رکھنا۔ بادشاہ سلامت! اس طرح مجھے اپنی اوقات یاد رہتی ہے کہ میں کیا تھا اور مجھے بادشاہ کے قرب نے کیا کیا عزتیں بخشیں۔‘‘

کاش! ہماری بھی یہی کیفیت ہو جاتی کہ ہم اللہ رب العزت کی نعمتوں کا استحضار رکھتے اور اپنی اوقات کو یاد رکھتے۔ ہمیں تو ذرا سا کچھ مل جاتا ہے تو سب سے پہلے اپنی اوقات بھولتے ہیں۔

☆......ایک دن بادشاہ نے اپنے خزانے سے ایک قیمتی ہیرا منگوایا۔ پھر ایک ہتھوڑی منگوائی اور اپنے درباریوں سے کہا کہ آج میں تمہاری ذہانت کا امتحان لیتا ہوں۔ انہوں نے کہا، جی بہت اچھا۔ اب اس بادشاہ نے اپنے ایک درباری کو ہیرا دیا اور ساتھ ہی ہتھوڑا بھی پکڑا دیا۔ پھر اسے کہا کہ اسے توڑو۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ تو ہماری عقل کا امتحان ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگا، بادشاہ سلامت! یہ ہیرا تو بڑا قیمتی ہے، یہ تو آپ کے خزانے میں ہی سجتا ہے لہٰذا اسے نہیں توڑنا چاہیے۔ بادشاہ نے خوش ہو کر کہا، بہت اچھا۔ وہ سمجھا کہ میرا جواب بالکل ٹھیک ہے۔ پھر بادشاہ نے وہ ہیرا دوسرے درباری کو دیا۔ اس نے بھی توڑنے سے معذرت کر لی۔ اس کے الفاظ مختلف تھے مگر مفہوم ایک ہی تھا۔ پھر تیسرے کو دیا تو اس نے بھی معذرت پیش کر دی۔ پھر چوتھے نے بھی عذر کر دیا۔ حتیٰ کہ بھرے دربار میں جس کو بھی ہیرا دیا سب نے ہیرے کو بڑا قیمتی سمجھا اور اس کو توڑنے سے سب نے معذرت کر لی۔ آخر پر ایاز بیٹھا تھا۔ اب بادشاہ نے ہیرا اسے پکڑا دیا اور ساتھ ہی ہتھوڑا بھی دے دیا اور کہا، ایاز! اس کو توڑ دو۔ ایاز نے اسے زمین پر رکھا اور ہتھوڑا مار کے اس ہیرے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ جب لوگوں نے دیکھا تو وہ کہنے لگے کہ یہ اتنا بے وقوف اور کم عقل ہے کہ اس نے شاہی خزانے کا اتنا بڑا نقصان کر دیا، آج تو بادشاہ اس کو ضرور نکال دے گا......

جب بادشاہ نے ہیرا ٹوٹا ہوا دیکھا تو پوچھا، ’’ایاز! تم نے تو ہیرے کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔‘‘

ایاز نے جواب دیا، ’’بادشاہ سلامت! میرے سامنے دو صورتیں تھیں۔ یا تو میں آپ کا حکم مان کر ہیرے کو توڑ دیتا یا پھر ہیرے کو بچا کر آپ کا حکم توڑ دیتا۔ میری نظر میں آپ کا حکم ایسے ہزاروں ہیروں سے زیادہ قیمتی ہے۔ اس لئے میں نے ہیرے کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا مگر میں نے آپ کا حکم نہیں توڑا۔‘‘

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جیسی ایاز کے دل میں بادشاہ کے حکم کی قدر و قیمت تھی، کاش کہ حکمِ خدا کی وہ عظمت ہمارے دل میں بھی آجاتی۔

میں کس کا حکم توڑ رہا ہوں؟

محترم جماعت! اگر بندہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو توڑنے لگے تو ستر دفعہ سوچے کہ میں کس کا حکم توڑ رہا ہوں۔ اس لئے کہ جب بندہ اللہ رب العزت کے حکم کو اور اس کی حدود کو توڑتا ہے تو پروردگار کو اس پر اس طرح جلال آتا ہے جیسے شیر کو اپنا شکار دیکھ کر جلال آتا ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کو جلال میں دیکھیں گے تو پھر ہمارا کیا بنے گا؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا ارشاد فرمایا ہے کہ

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا (البقرہ: 187) یہ اللہ کی بنائی ہوئی حدود ہیں تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔

لہٰذا سالکین کو چاہیے کہ وہ اللہ رب العزت کے حکم کی عظمت اپنے دل میں پیدا کریں اور ان کو یہ احساس رہے کہ جو کچھ بھی ہو ہم نے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں توڑنا۔ یہ تصوف کا پہلا قدم ہے۔

ایک شیطانی عمل:

چونکہ آج کا انسان من پسند کی نعمتیں کھاتا پیتا ہے اس لئے پیٹ بھرا بنا پھرتا ہے اور اس کے دل میں اللہ رب العزت کی نعمتوں کی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اس کی طبیعت کے اندر ضد، عناد اور ہٹ

دھرمی ہے...... ہٹ دھرمی کیا ہوتی ہے؟...... ہٹ دھرمی یہ ہے کہ بات بھی غلط کرنا اور اس کے اوپر ڈٹ بھی جانا۔ بجائے شرمندہ ہونے کے تاویلیں نکالنا اور اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کرنا۔ یاد رکھیں کہ ہٹ دھرمی ایک شیطانی عمل ہے اس لئے دنیا میں سب سے پہلے ہٹ دھرمی شیطان نے کی تھی۔ آج یہ ہٹ دھرمی اتنی عام ہو چکی ہے کہ شاید سو میں سے نوے سے زیادہ بندے آپ کو اس کے مریض نظر آئیں گے۔ گھروں میں دیکھو کہ بیوی بات کرتی ہے تو کہتی ہے کہ بس اب تو میں نے بات کر دی ہے۔ خاوند سے لڑائی جھگڑا ہو جاتا ہے تو ڈٹی رہتی ہے، وہ دل میں سمجھتی بھی ہے کہ میں غلط کر رہی ہوں لیکن پھر بھی بات نہیں مانتی۔ اسی طرح خاوند بھی سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں بیوی پر ظلم کر رہا ہوں اور شریعت کے حکموں کو توڑ رہا ہوں لیکن پھر بھی وہ اپنی ضد پر ڈٹا رہتا ہے۔ اسی طرح دو بھائیوں میں کوئی چھوٹی سی بات بھی ہو جائے تو وہ اپنی اپنی بات پر ڈٹ جاتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے پر مقدمے چلانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس طرح ان کے لاکھوں روپے لگ جاتے ہیں لیکن وہ اپنی اپنی بات پر ڈٹے ہوئے ہوتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی اپنی غلطی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

معافی مانگنے میں عظمت ہے:

میرے دوستو! ایک جملہ بہت خوبصورت اور پیارا ہے۔ کون سا جملہ ہے؟ وہ جملہ یہ ہے کہ...... ”غلطی ہو گئی ہے معاف کر دیجئے“...... اگر ہم یہ کہنا سیکھ لیں تو ہمارے کئی جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی موقع پر خاوند اپنی بیوی سے ناراض ہو جائے اور بیوی یہ کہہ دے کہ غلطی ہو گئی ہے معاف کر دیجئے تو خاوند معاف کر دے گا...... اگر بیٹے سے باپ ناراض ہو جائے اور بیٹا آگے سے کہہ دے کہ ابو! غلطی ہو گئی ہے معاف کر دیجئے تو باپ ناراض ہونے کی بجائے خوش ہو جائے گا...... دوست دوست کے درمیان جھگڑا ہو گیا، اگر ان میں سے ایک کہتا ہے کہ بھئی! غلطی ہو گئی ہے، معاف کر دیجئے تو بڑے بڑے

جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ مگر ہمیں یہ الفاظ آج تک کسی نے سکھائے ہی نہیں۔ یہ پیر و مرشد کا کام ہوتا ہے۔ یاد رکھیں کہ آج غلطیوں کی معافی ایک دوسرے سے مانگ لینا بہت آسان ہے لیکن قیامت کے دن ان فیصلوں کو نمٹانا بہت مشکل ہوگا۔ قیامت کے دن جس کو کھڑا کیا گیا کہ تم ذرا بتاؤ کہ تم نے فلاں کو کمینہ کیوں کہا تھا؟ فلاں کو ذلیل کیوں کہا تھا؟......فلاں کو بے ایمان کیوں کہا تھا؟......اگر وہاں ثابت نہ کر سکے تو پھر ہماری کیا درگت بنے گی؟ اسی لئے آج ایک دوسرے سے معافی مانگنے کی عادت ڈال لیں۔ یہ بہت اچھی عادت ہے۔ یہ حضرت آدمؑ کی صفت ہے اور اسی میں عظمت ہے۔ جب حضرت آدمؑ نے گندم کا خوشہ کھایا تو ان پر پروردگارِ عالم کا عتاب نازل ہوا۔ چنانچہ پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ کیا ہم نے تمہیں اس کے کھانے سے منع نہیں کیا تھا۔ یعنی جب منع کیا تھا تو پھر تم نے کیوں کھایا؟......آگے حضرت آدمؑ نے یہ نہیں کہا کہ

......اے اللہ! مجھ سے بھول ہو گئی تھی،

......میں سمجھا تھا کہ وہ ممنوعہ درخت اور ہوگا،

......میں نے ارادے سے یہ کام نہیں کیا،

......بلکہ فقط ایک سیدھی سی بات کی کہ

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف:23)

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں اور رحمت نہ فرمائیں تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

تو پتہ چلا کہ غلطی کو مان لینا حضرت آدمؑ کی صفت ہے۔ لہٰذا مؤمن بندہ وہ ہوتا ہے جو اپنی غلطی کو جلدی

تسلیم کرلے۔ آج کل تو غلطی تسلیم کرنے کی بجائے اکثر جھوٹ بولتے ہیں......سروس میں دیکھ لیجئے ......دفتر کا کلرک اپنی غلطیوں کو چھپانے کے لئے افسر کے سامنے جھوٹ بولتا ہے۔ بلکہ پتہ نہیں کہ جھوٹ کی ایک سیریز ہی چل پڑتی ہے۔ کیا یہ سب سے آسان نہیں ہے کہ غلطی کو تسلیم ہی کرلیا جائے۔ اگر افسر کہے کہ آپ نے یہ کام غلط کیا ہے تو وہ کہے، جی مجھ سے غلطی ہوگئی ہے، میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ اس طرح وہ افسر ناراض ہونے کی بجائے الٹا اس سے راضی ہو جائے گا۔

اس کے برعکس دیکھیں کہ شیطان نے بھی غلطی کی تھی۔ جب پروردگارِ عالم کے حکم کے باوجود بھی ابلیس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا، اے ابلیس! تم نے سجدہ کیوں نہ کیا؟ تو بجائے اس کے کہ وہ اپنی غلطی تسلیم کرلیتا، الٹا اس کی Reason (وجہ) بتانے لگا کہ میں اس پر فضیلت رکھتا ہوں کیونکہ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ (الاعراف:12)

پروردگار! مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔

جب ابلیس نے اپنی غلطی کے باوجود ہٹ دھرمی کا اظہار کیا تو اللہ رب العزت نے فرمایا:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ (صٓ:77) پس تو نکل جا میرے دربار سے، تو مردود ہے

دیکھا، جو خدا کے حکم کو توڑتا ہے پھر پروردگارِ عالم اس کا کیسا حشر فرماتے ہیں۔ نہ صرف یہی کہ دربار سے نکال دیا بلکہ فرما دیا کہ

وَاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ (صٓ:78) اور بے شک تیرے اوپر قیامت تک میری لعنتیں برسیں گی۔

تو جو بندہ بھی غلطی کرے گا اور الٹا ہٹ دھرمی کا بھی مظاہرہ کرے گا تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ وہی

معاملہ فرمائیں گے جو شیطان کے ساتھ کیا تھا......حضرت آدمؑ کو ادب و احترام سے یاد کیا جاتا ہے جبکہ شیطان مردود سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ
جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ

یہودیوں کا ایک بڑا جرم:

آج ہٹ دھرمی حد سے بڑھ گئی ہے۔ چھوٹا بھائی بڑے کی بات نہیں مانتا۔ وہ آگے سے **Logic** پیش کر دیتا ہے...... بیٹا ماں کی بات نہیں مانتا اور آگے سے **Logic** پیش کر دیتا ہے......اس ہٹ دھرمی کے گناہ سے کوئی بھی توبہ نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ اگر کوئی صاحبِ علم کوئی غلط مسئلہ بیان کر بیٹھے تو پھر وہ ہار نہیں مانتا۔ بلکہ کتابیں تلاش کرتا ہے کہ مجھے اپنی اس بات کی کہیں سے کوئی تائید مل جائے۔ اب وہ قرآن وحدیث میں رب کی منشا تلاش کرنے کی بجائے اپنی منشا کو ڈھونڈے گا۔ یاد رکھیں کہ اس سے گمراہی بڑھتی ہے۔ یہودیوں کا بھی یہی بڑا جرم تھا کہ وہ ایک بات کر دیتے تھے اور پھر اللہ کی کتاب تورات میں سے اپنی منشا کو تلاش کرتے تھے کہ کہیں سے ہماری بات کی سپورٹ میں کوئی آیت مل جائے۔ اس لئے ان کو پھٹکار دیا گیا۔

حقوق العباد معاف کروانے کی ضرورت:

یاد رکھیں کہ اگر اپنی غلطی کو تسلیم کر کے جلدی معافی مانگ لی جائے تو بندے کے بڑے بڑے مسئلے منٹوں میں حل ہو جائیں گے۔ اگر ہم نے اللہ رب العزت کے حقوق ضائع کئے تو اللہ تعالیٰ جلدی معاف فرما دیں گے مگر حقوق العباد اللہ کے بندوں سے معاف کروانے پڑیں گے۔ سوچیں تو سہی کہ ہم نے ......کتنوں کی غیبت کی......

......کتنوں پر بہتان لگائے......

......کتنوں سے حسد کیا......

......کتنوں کا دل دکھایا......

......کتنوں سے بدگمانی کی......

......کتنوں سے بدزبانی کی......

......کتنوں کو ہاتھوں سے تکلیف پہنچائی......

......کتنے رشتوں کو زبان کی تلوار سے کاٹا......

لیکن کیا ہم نے کبھی کسی سے معافی بھی مانگی ہے؟......دیکھنے میں تو صوفی بنے پھرتے ہیں لیکن یاد رکھنا کہ یہ ورد وظیفے کسی کام نہیں آئیں گے۔ جہاں حقوق العباد کا معاملہ آجائے گا وہاں معافی مانگنی پڑے گی۔لہٰذا آج ہی سے اس کو عادت بنا لیجئے۔ دنیا میں معافی مانگنا آسان ہے اور قیامت کے دن اس کا جواب دینا مشکل کام ہے۔

گائے کا فیصلہ:

محمد شاہ مکران کا ایک بادشاہ گزرا ہے۔ایک مرتبہ وہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ شکار کو نکلا۔ بادشاہ سلامت شکار کھیل رہے تھے۔سپاہیوں کے ہاتھ ایک بوڑھی عورت کی گائے آگئی۔انہوں نے اسے ذبح کر کے اس کا گوشت بھون کر کھا لیا۔ بڑھیا نے کہا کہ مجھے کچھ پیسے دے دو تا کہ میں کوئی اور گائے خرید لوں۔ انہوں نے پیسے دینے سے انکار کر دیا۔اب وہ بڑی پریشان ہوئی۔اس نے کسی عالم کو بتایا کہ میرا تو روزی کا دارومدار اسی گائے پر تھا، یہ سپاہی اس کو بھی کھا گئے ہیں اور اب پیسے بھی نہیں دیتے، اب میں کیا کروں؟ انہوں نے کہا کہ بادشاہ نیک آدمی ہے لہٰذا تم ڈائریکٹ جا کر بادشاہ سے بات کرو۔اس نے کہا

کہ مجھے یہ سپاہی آگے جانے نہیں دیتے۔ انہوں نے کہا کہ میں تمہیں ایک طریقہ بتا دیتا ہوں کہ بادشاہ نے پرسوں اپنے گھر واپس جانا ہے۔ اس کے گھر کے راستے میں ایک دریا ہے اور اس کا ایک ہی پل ہے۔ وہ اس پل پر سے لازمی گزرے گا۔ تم اس پل پر پہنچ جانا اور جب بادشاہ کی سواری وہاں سے گزرنے لگے تو اس کی سواری ٹھہرا کر تم اپنی بات بیان کر دینا۔ چنانچہ تیسرے دن بڑھیا وہاں پہنچ گئی۔ بادشاہ کی سواری پل پر پہنچی تو بڑھیا تو پہلے ہی انتظار میں تھی۔ اس نے کھڑے ہو کر بادشاہ کی سواری کو روک لیا۔ بادشاہ نے کہا، اماں! آپ نے میری سواری کو کیوں روکا ہے؟ بڑھیا کہنے لگی، محمد شاہ! میرا اور تیرا ایک معاملہ ہے، اتنا پوچھنا چاہتی ہوں کہ تو وہ معاملہ اس پل پر حل کرنا چاہتا ہے یا قیامت کے دن پل صراط پر حل کرنا چاہتا ہے؟ پل صراط کا نام سنتے ہی بادشاہ کی آنکھوں میں سے آنسو آ گئے۔ وہ نیچے اترا اور کہنے لگا، ''اماں! میں اپنی پگڑی آپ کے پاؤں پر رکھنے کو تیار ہوں، آپ مجھے بتائیں کہ آپ کو کیا تکلیف پہنچی ہے؟ مجھے معافی دے دو، میں قیامت کے دن پل صراط پر کسی جھگڑے کا سامنا کرنے کے قابل نہیں ہوں۔'' چنانچہ اس بڑھیا نے اپنی بات بتا دی۔ بادشاہ نے اسے ستر گایوں کے برابر قیمت بھی دے دی اور معافی مانگ کر اس بڑھیا کو راضی بھی کیا تاکہ قیامت کے دن پل صراط پر اس کا دامن نہ پکڑے۔

مجاہدین کا معافی مانگنا:

ہمارا تو یہ حال ہے کہ غلطی بھی کرتے ہیں اور پھر معافی بھی نہیں مانگتے اور اللہ والوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ نیکیاں بھی کر رہے ہوتے ہیں اور پھر اللہ سے معافی بھی مانگ رہے ہوتے ہیں کہ اے اللہ! جیسے نیکی کرنے کا حق تھا ہم وہ حق ادا نہیں کر سکے۔...... قرآن عظیم الشان سے اس کی دلیل ملتی ہے...... جو لوگ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں ان کے بارے میں اللہ رب

العزت ارشاد فرماتے ہیں:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ لا مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ج فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ (ال عمرن: 146) اور بہت سے نبی گزرے ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے لڑے، نہ تو انہوں نے ہمت ہاری ان مصائب کی وجہ سے جوان پر اللہ کی راہ میں آئے اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ وہ دبے، اللہ تعالیٰ کو ایسے مستقل مزاجوں سے محبّت ہے۔

جو اتنی استقامت کے ساتھ اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے تھے وہ اپنے اس عمل کو پیش کر کے احسان نہیں جتلا رہے تھے بلکہ وہ کہہ رہے تھے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا (ال عمرن: 147) اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کو اور ہمارے حد سے نکل جانے کو معاف فرما دیجئے۔

حضرت نوحؑ کا معافی مانگنا:

اس سے ذرا اور اونچی بات سن لیجئے۔ سیدنا نوحؑ کو حکم ہوا کہ آپ کی قوم نے آپ کی بہت نافرمانی کی ہے، اب ہم آپ کو اور آپ کے اہل خانہ کو بچا لیں گے اور ان سب کو نیست و نابود کر دیں گے۔ چنانچہ آپ ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنا لیجئے اور ظالموں کے بارے میں سفارش نہ کیجئے۔

جب طوفان آیا اور ایمان والے کشتی پر سوار ہو گئے تو سیدنا نوحؑ نے اپنے بیٹے کو، جس کے عمل اچھے نہیں تھے، فرمایا، يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا (ھود: 42) اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا۔

مگر بیٹا کہنے لگا کہ میں اس پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا اور یہ مجھے پانی سے بچا دے گی۔ ابھی گفت و

شنید ہو ہی رہی تھی کہ اسی دوران ایک موج آئی اور بیٹا باپ کی آنکھوں کے سامنے پانی میں غرق ہو گیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ آپ کے اہل خانہ کو بچا لوں گا اس لئے شفقتِ پدری نے جوش مارا اور انہوں نے پروردگارِ عالم سے دعا کی،

إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ (هود:45) اے پروردگار! میرا بیٹا میرے اہل میں سے تھا، اور آپ کا وعدہ سچا ہے، اور آپ سب سے بڑے حاکم ہیں۔

بس اتنی سی بات کہنی تھی کہ پروردگار کی طرف سے جلال بھرا خطاب آیا کہ

إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (هود:46) اے نوح! یہ آپ کے اہل میں سے نہیں تھا، اس کے اعمال اچھے نہیں تھے۔

اور آگے پروردگار نے اور بھی بات کر دی۔ ذرا دل تھام کے سن لیجئے۔ فرمایا،

فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۖ إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ (هود:46) اے نوح! آپ مجھ سے وہ مت پوچھئے جس کا علم نہیں، میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ آپ کہیں جاہلوں میں سے ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ جلال بھرا خطاب سن کر سیدنا نوحؑ نے نہ کوئی عذر پیش کیا اور نہ ہی کوئی Logic پیش کی بلکہ معافی مانگتے ہوئے فوراً عرض کیا:

رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ ۖ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ (هود:47) اے رب! میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں آئندہ آپ سے ایسی بات کا سوال کروں جس کے بارے میں نہیں جانتا۔ اور اگر آپ میری مغفرت نہیں فرمائینگے

اور مجھ پر رحم نہ فرمائینگے تو میں تباہ ہی ہو جاؤں گا۔

ربِ کریم ہمیں بھی سمجھ عطا فرمائے اور ہمیں بھی اسی دنیا میں اپنی غلطیوں کی مانگنے کی توفیق عطا فرمادے۔(آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ